فہرست رسائل امامیہ مشن رجسٹرڈ لکھنؤ

نمبر شمار	نام رسالہ	[illegible]	[illegible]	نمبر شمار	نام رسالہ	[illegible]	[illegible]
۱	کانفوچین کا مذہب	۴۰ر	ـ/	۳۸	اسلام کا پیغام اردو	۱۰ر	۵/
۳	وجود حجت	۴۰ر	ـ/	۳۹	دی میسج آف اسلام انگریزی	۱۰ر	۵/
۵	اصول دین اور قرآن	۴۰ر	ـ/	۴۰	اثبات عزاداری	۱۲ر	ـ/
۶	اتحاد الفریقین حصہ اول	۴۰ر	ـ/	۴۱	مسئلہ فدک	۱۵ر	۲/
۷	حسین اور اسلام اردو	۱۰ر	۲/	۴۲	تاجدار کعبہ	ـ/	۲/
۸	ہندی	۱ر	۲/	۴۳	خلافت و امامت حصہ اول	۲۵ر	ـ/
۱۰	متعہ اور اسلام	۹ر	۲/	۴۴	حصہ دوم	۲۰ر	۵/
۱۱	امامت ائمہ اثنا عشر اور قرآن	۱۰ر	۲/	۴۵	حصہ سوم	۴ر	ـ/
۱۵	رجال بخاری حصہ اول	۲۰ر	۳/	۴۶	تحقیق اذان	۱ر	۲/
۱۶	مذہب اہل بیت حصہ اول	۱۵ر	۳/	۴۷	ذوالجناح	۱۰ر	۲/
۱۷	نور ہدی اور غدیر	ـ/	۲/	۴۸	شہدائے کربلا حصہ اول	۳ر	ـ/
۱۸	معاہدۂ کربلا	۲/	۲/	۴۹	کربلا کا مسافر ہندی	۲/	۲ر
۲۰	دی مارٹیرڈم آف حسین انگریزی	۲/	۲/	۵۰	حسین اینڈ دی ٹریجڈی آف کربلا انگریزی	۱ر	۳/
۲۱	اسوۂ حسینی	۱۴ر	ـ/	۵۱	مشہد اعظم	ـ/	۲/
۲۲	جنگ صفین	۳/	۲/	۵۲	لا تفسدوا فی الارض	۸ر	۱/
۲۳	تذکرۂ حفاظ شیعہ حصہ اول	۱۴ر	۱/	۵۳	نہج البلاغہ کا استناد	۴ر	ـ/
۲۴	حصہ دوم	۵ر	ـ/	۵۴	خلافت و امامت حصہ چہارم	۳ر	ـ/
۲۵	مقصود کعبہ	ـ/	۳/	۵۵	شہدائے کربلا حصہ دوم	۵ر	ـ/
۲۶	مذہب اہل بیت حصہ دوم	۹ر	۲/	۵۶	ائمہ کے تعلیمات	۴ر	۲/
۳۱	اسلام کی عملی زندگی	۹ر	۲/	۵۷	حسینی پیغام عالم انسانیت کے نام	۱ر	۲/
۳۲	دعوائے استبداد	۴۰ر	ـ/	۵۸	اسلامی عقائد	۴ر	۲/
۳۳	حقیقت [illegible]	۲/	۳/	۵۹	آثار رسالت	۱ر	۲/
۳۴	خطیب آل محمد	۴۰ر	ـ/	۶۰	صحیفۂ سجادیہ کی عظمت	۱ر	۲/
۳۵	تدوین حدیث	ـ/	۲/	۶۱	خلافت و امامت حصہ پنجم	۶ر	۲/
۳۶	مطلوب کعبہ	ـ/	۳/	۶۲	خدا کی معرفت	۳ر	۲/
۳۷	محاربۂ کربلا	۲/	۳/	۶۳	شہدائے کربلا حصہ سوم	۲/	۱ر



بعلم
حضرت سید العلماء مولانا السید علی نقی النقوی

دام ظلہ

امامیہ مشن کے خدمات کا نمبر (۹۰)

اُن مسائل میں سے کہ جنھوں نے بحث و نظر کی دنیا میں دلچسپی پیدا کی ہی ایک دعا کا مسئلہ ہی۔ بہت سے لوگ اسکی حقیقت سمجھنے کے طلبگار رہیں۔ کچھ لوگ دعا کی عدم قبولیت کے شاکی ہوکر اعتراضات کرتے ہیں۔

یہ رسالہ جو آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہی اگرچہ بہت مختصر ہے مگر اس مسئلہ کے بہت سے ضروری پہلوؤں پر حاوی ہے۔

امید ہے کہ مذہبی اور علمی حلقے اس رسالہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ والسلام

خادم مذہب

سکریٹری امامیہ مشن نخاس لکھنؤ

ع ۲ ۔۔۔۔۔ ۶۲ ۔۔۔ ۱۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۸ / ۱ / ۷

دعا

حقیقت یہ ہے کہ بارگاہ الٰہی میں بندہ کا کسی سوال کو پیش کرنا ایک جرأت وجسارت کی حیثیت رکھتا ہے دو وجہوں سے۔ ایک تو عرض حال اُس سے کیا جاتا ہے جو حالات سے ناواقف ہو اور خداوند عالم بندہ کے تمام حالات اور مقاصد سے واقف ہے دوسرے کسی بات کی خواہش اُس سے کی جاتی ہے جو طرز عمل کے اختیار کرنے میں مشورہ اور رہنمائی کا محتاج ہو لیکن جو خود ہی ہر امر خیر اور مصلحت کے انجام دینے کا ضامن ہو اور ہم پر مہربان بھی ہم سے زیادہ ہو اُس کو کچھ کہنا کہ تو ہمارے لیے یہ کام انجام دیدے ایک ناروا جسارت ہے۔۔۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ خود جناب باری عزاسمہ نے دعا کرنے کا حکم دیا اور اسے ایک عبادت قرار دیا اور ارشاد کیا کہ ادعونی استجب لکم "تم دعا کرو تو میں قبول کروں گا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس کو افضل عبادات بنایا۔ کہا گیا ہے الدعاء مخ العبادۃ یعنی دعا مغز عبادت ہے۔

آخر اس کا راز کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ تمام نظام تشریع کا ماحصل خالق و مخلوق کے علاقہ کو پہنچوانا ہے یعنی اُس کی بے نیازی اور اپنی نیازمندی ——— اسی کا مقتضا ہے کہ بندہ ہر موقع پر اُس سے طلبگار امداد و اعانت ہے۔ تمام عبادات کا ماحصل یہی ہے کہ بندہ کو احساس عبودیت پیدا ہو اور وہ خالق بے نیاز کی بارگاہ میں اپنی نیازمندی کا اقرار کرے اور دعا، اسی جذبۂ نیازمندی کا بہترین مظاہرہ ہے بلکہ دعا کے ذریعہ سے اسلام نے مادی اغراض و مقاصد میں روحانیت کی جلا کا سامان کیا ہے۔ ظاہر ہے کھانا، پینا، لباس، اور نکاح وغیرہ اس قسم کی مادی خواہشیں خدا کی یاد کو دل سے دور کرنے والی ہیں مگر دعا کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان ان خالص مادی خواہشوں کے لیے بھی خالق کو یاد کرتا ہے اور ممکن ہے کہ پہلے تو ازروئے مطلب برآری اُس کو یاد کرے اور دھیرے دھیرے یہ یاد ایک مستقل حیثیت اختیار کر لے اور واقعی اس میں عبادت و اطاعت کا جذبہ پیدا کر دے۔ اسی لیے دعا پر کوئی قید نہیں عائد کی گئی یہاں تک کہ نماز کی حالت میں بھی ایک مطلب کے لیے اگرچہ وہ خالص دنیوی ہو شرط یہ ہے کہ امر نا مشروع نہ ہو دعا کی جا سکتی ہے اور وہ نماز میں مخل نہیں ہوگی بلکہ اُس کا ایک جزو قرار پا جائیگی۔ رہ گیا یہ کہ دعا کا فائدہ کیا جبکہ قضاؤ قدر نے ہر امر کو پہلے ہی طے کر دیا ہے اور اب کسی بات میں تبدیلی نہیں ہو سکتی مگر یہ اعتراض اُن لوگوں پر ہو سکتا ہے جو بداء کے منکر ہیں اور خدا کو

اپنے ازلی فیصلوں کی بنا پر مجبور خیال کرتے ہیں، قرآن مجید نے ان ہی لوگوں کے خیال کو یہود کی زبانی نقل کر کے بڑی سختی سے اس کی رد کی ہے کہا ہے

قالت الیھود ید اللہ مغلولۃ غلت اید یھم و لعنوا بما قالوا بل یدٰہ مبسوطتان " یہودی کہتے ہیں کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں وہ اب کچھ نہیں کر سکتا۔ خود انہی کے ہاتھ بندھے ہیں اور یہ اپنے اس قول کی وجہ سے مستحق لعنت ہیں ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ خدا کے ہاتھ ہر وقت کھلے ہوئے ہیں "

ازلی فیصلوں کی مجبوری تو جب عائد ہوتی کہ جب وہ فیصلے مطلق طور پر ہوتے لیکن اگر ان میں سے کچھ فیصلے مشروط طور پر ہوں کہ اگر انسان دعا کرے گا تو ایسا ہوگا اور دعا نہ کرے گا تو ویسا ہوگا تو پھر دعا کرنا بیکار نہیں سمجھا جا سکتا اور جبکہ اس نے خود وعدہ کیا ہے کہ ادعونی استجب لکم " دعا کرو میں قبول کروں گا اور اجیب دعوۃ الداع اذا دعان میں پکارنے والے کی آواز کو سنتا ہوں جب وہ پکارے" تو اسی سے ہم سمجھتے ہیں کہ بہت سے فیصلوں میں ہماری دعا کا لحاظ کیا گیا ہے اور اسی لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر ضرورت پر اسے آواز دیں اور اس سے مدد طلب کریں جہاں حکم حتمی ہمارے مطلب کے خلاف ہوگا وہاں ہماری دعا نہ قبول ہوگی لیکن جہاں ایسا نہ ہوگا اور ہماری دعا کے لیے گنجائش رکھی ہوگی وہاں وہ قبول ہوگی اور اس کا اثر ظاہر ہوگا۔ کوئی

شک نہیں کہ جناب باری نے حکم دعا دینے کے ساتھ قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر اوقات ہم دعا کرتے ہیں اور وہ دعا قبول نہیں ہوتی اس کی وجہ سے بعض اشخاص شکایت کرنے لگتے ہیں اور ان کے دل میں مختلف شکوک گزرتے ہیں حالانکہ دعا جب نہیں قبول ہوتی تو اس کے کچھ خاص اسباب ہوتے ہیں مثلاً یہاں ان میں سے بعض امور کا تذکرہ کیا جاتا ہے

(۱) دعا کی قبولیت کا وعدہ بطور کلیہ نہیں ہوا ہے بلکہ اطلاق ہے جس کے ساتھ تقیید کی گنجائش ہے یہ تقیید خواہ لفظی ہو یا عقلی۔ ہم جب تامل غور کرتے ہیں اس میں عقلی طور پر عمومیت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اگر ہر شخص کی دعا بہرحال پوری ہوا کرے تو کبھی اس میں تناقض یا تضاد بھی پیدا ہو جائے گا مثلاً ایک ہی شے ایک کے لیے مطلوب ہوتی ہے اور دوسرے کے لیے ناگوار۔ اب اگر دونوں دعا کریں ایک اس امر کے ہونے کی اور ایک نہ ہونے کی تو دونوں کی دعا کا پورا ہونا محال ہے کیونکہ دونوں کی خواہش کا حاصل ہونا تناقض کا باعث ہے لہذا لازم ہے کہ ایک کی دعا مقبول ہو اور دوسرے کی مسترد ہو جائے ایک یہ صورت بھی ہوتی ہے کہ ایک ہی شخص دو وقتوں میں دو دعائیں مانگتا ہے جن میں سے ایک باعتبار اسباب واقعیہ کے دوسرے کے ساتھ مجتمع نہیں ہو سکتی اور حقیقتہً ان دونوں میں تنافی ہوتی ہے مگر یہ اس تنافی کو نہیں سمجھتا ایسی صورت میں یہ بات ممکن ہی نہیں ہو سکتی کہ ہر ایک کی دعا ضرور قبول ہو اس لیے عقلی طور پر استجابت دعا میں یہ شرط قرا

باقی ہے کہ وہ دعا قبول ہونے کے قابل ہو۔

(۲) دعا صرف رسمی طور سے زبان پر کچھ الفاظ جاری ہونے کا نام نہیں ہے بلکہ دل سے اپنے مطلب کو بارگاہ الٰہی میں پیش کرنا اس احساس کے ساتھ کہ ہم اس کی بارگاہ میں پیش کر رہے ہیں۔ یہ احساس اگر بندہ کو پیدا ہو جائے تو پھر اس کے خضوع و خشوع اور تضرع وزاری کا عالم ہی دوسرا ہوگا زیادہ تر جو دعائیں ہوتی ہیں وہ اس جوہر سے خالی ہوتی ہیں وہ صرف بطور عادت رسمی حیثیت ہوتی ہیں ان میں حقیقت دعا ہی کا وجود نہیں ہوتا۔ قبولیت کی منزل تو اس کے بعد ہے۔

(۳) دعا کی قبولیت ایک خاص توجہ باری کا نتیجہ ہے لیکن قرآن مجید میں صاف کہہ دیا گیا ہے کہ اگر تم ہمیں یاد رکھو تو ہم تمہیں یاد رکھیں گے فاذکرونی اذکرکم بندہ کا خدا کو یاد رکھنا فرض کو ادا کرنا ہے اور خدا کا بندہ کو یاد رکھنا رحمت کو متوجہ کرنا ہے اکثر دعا کرنے والے انسان دعائیں مانگنے میں تو بڑے حد آثرت معلوم ہوتے ہیں مگر فرائض الٰہیہ کے احساس سے بالکل بیگانہ ہیں اس صورت میں انھیں یہ استحقاق بھی نہیں کہ یہ خدا سے اپنی قبولیت دعا کے طالب ہوں

(۴) حقوق اللہ سے زیادہ اللہ کی نظر میں حقوق الناس قابل لحاظ ہیں اور قدرت اکثر اپنے کمزور اور مایوس بندوں کا انتقام لیتی ہے۔ نہیں کیا معلوم کہ کب کسی بیکس نے ہمیں آواز دی اور ہم نے اس کی آواز کا جواب نہیں دیا کب کسی نے فریاد کی اور ہم نے مڑ کر نہیں دیکھا اسی کا نتیجہ ہے کہ قدرت ہماری دعاؤں کی طرف متو

نہیں ہوتی اور ہماری دعا قبول نہیں کرتی۔

(۵) اُس نے ہمیں ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے قوائے عمل مرحمت فرمائے ہیں اگر وہ ہر موقع پر دعا کو قبول ہی کر لیا کرے تو قوائے عمل معطل ہو جائیں اور انسان ذرائع و اسباب سے کام لینے کے بجائے صرف باب استجابت کے کھٹکھٹانے پر اکتفا کرے اسی لیے ایسا ہوا ہے کہ کسی نے معصوم سے خواہش کی کہ آپ میرے لیے دعا کر دیجئے اور حضرت نے فرمایا میں دعا نہیں کرونگا جاؤ محنت مشقت کرو اور سعی کوشش کو کام میں لاؤ خدا برکت عطا فرمائے گا۔

(۶) وہ ہمارے مصالح کا نگران ہے۔ ہم نادانی سے اگر کوئی ایسا سوال کریں جسے ہم تو اپنے نزدیک بہتر اور مفید سمجھتے ہوں لیکن حقیقتہً وہ ہمارے لیے مضر اور تباہ کن ہو تو اُس کی رحمت کا تقاضا ہے کہ وہ ہماری دعا کو مسترد کردے اور ہمارے لیے وہی کرے جو اس کے علم میں ہمارے لیے بہتر ہے۔ خود قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے، کہ عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم و عسیٰ ان تحبوا شیئا وھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔ بہت ممکن ہے کہ تم کسی بات کو ناپسند کرتے ہو اور وہ تمھارے لیے بہتر ہو اور بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرتے ہو اور وہ تمھارے لیے مضر ہو۔ اصل یہ ہے کہ خدا تو ہر بات کا علم رکھتا ہے اور تم ہو نا سمجھ نادان کچھ جانتے نہیں۔" یہی وہ سبب ہے جسے دعائے افتتاح ماہ رمضان میں بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جب تو دعا کے قبول کرنے میں دیر کرتا ہے تو میں اپنی ناواقفیت

سے تیرا شکوہ کرتا ہوں حالانکہ بہت ممکن ہے کہ یہ دیر ہی میرے لیے بہتر ہو اس لیے کہ تو ہر بات کے انجام سے واقف ہے"

انسان ہر چیز کے وقتی نتیجہ پر نظر ڈالتا ہے لیکن وہ جو انجام کار سے واقف ہے وہ اُس کے مستقبل اور دیرپا نتیجہ کا لحاظ کرتا ہے اس لیے جو چیز وقتی طور پر مفید ہے لیکن مستقبل میں اس سے نقصان پہونچنے والا ہے اُسے انسان کے لیے اختیار نہیں کیا جاتا۔ یہ عین اُس کی لطف و مہربانی ہے جبکہ بندہ اس پر اظہار ناراضگی کرتا ہے یہ اس کی نادانی ہے۔

(۷) کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ صالح شخصی نظام عالم کے لیے نقصان رساں ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں اگرچہ وہ اس بندہ کے لیے انفرادی طور پر بہتر بھی ہو لیکن خالق کی طرف سے اُس دعا کو قبول نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ وہ بحیثیت حکیم مطلق کے نظام عالم کی تکمیل کا ذمہ دار ہے اور اُس کا ارادہ اُس شے سے متعلق ہی نہیں ہو سکتا کہ جو نظام عالم کے لیے مضر ہو بلکہ اکثر محققین کے نزدیک تو ارادۂ الٰہیہ نام ہی ہے علم بالنظام کا اور اس لئے اُس کا ارادہ وہی ہوگا جو نظام عالم کے لیے بہتر سے بہتر صورت ممکن ہو اور اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ لیس فی الامکان ابدع مما کان۔ یہ شبہہ کہ "اگر ایسا ہوتا تو وہ چیزیں یا وہ اشخاص پیدا نہ ہوتے جو شر محض ہیں جیسے ابلیس، نمرود فرعون، وغیرہ" درست نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وجود ذاتاً خیر ہے

وہ شر ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جب وجود شر نہیں تو ایجادِ شر کہاں ہو سکتا ہے
بے شک وجود کے بعد یہ ذاتی اختیار کی خرابی ہے کہ اُسے بُرے کاموں میں
صرف کیا جائے۔ اس سے خالق پر کوئی الزام نہیں عائد ہو سکتا اس کے علاوہ
یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص خود اپنے لحاظ سے شر ہو مگر نظامِ عالم کے لحاظ
سے وہ شر نہ قرار پا سکے۔ مثلاً ابلیس اُس نے لاکھوں برس تک اطاعت
پروردگار کی۔ اتنی طولانی اطاعت کہ جن ہوتے ہوئے صفِ ملائکہ میں جگہ پائی
اس کے بعد وہ سجدہ نہ کرنے سے مردودِ بارگاہ ہو گیا اور اس کے بعد سے وہ برابر معاصی
کا ارتکاب کر رہا ہے اور دوسروں سے ارتکاب کراتا ہے یقیناً بحالت موجودہ وہ ایک
شر ہستی ہے کیونکہ اس نے اپنی پچھلی طاعتوں کو بعد کے کفر و معصیت سے مٹا دیا اور
وہ طاعتیں اس کے لیے مفید نہ رہیں مگر نظامِ عالم میں تو اُن کی وہ اطاعتیں
بھی داخل ہیں جو اس کے پہلے ہو چکی ہیں اور طولِ زمانہ کے لحاظ سے جہاں تک اندازہ
کیا جاتا ہے اُس کے مقابلہ میں یہ بعد کی مدت بہت کم ہے۔ نظامِ عالم میں جب اُس
کے وجود کا درجہ دیکھا جائے گا تو اُن تمام اچھے کاموں کو بھی پیشِ نظر رکھنا پڑے گا
جو اُس کے ہاتھوں ہو چکے ہیں اور اس لحاظ سے ایجاد اس کا خیر قرار پا سکے گا
اسی طرح بہت سے ایسے آدمی جنھوں نے عمر بھر اچھے کام کیے اور بعد کو
گمراہ اور مردودِ بارگاہ ہو گئے۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص
شر ہو باعتبار اپنی ذات کے لیکن سلسلۂ نظام میں وہ جزو ہو بہت سی خیر

ہستیوں کا۔ اس کے تحت میں داخل ہو سکتے ہیں ایسے کافر، مشرک، یا منافق جن کی اولاد میں بہت سے مؤمنین اور صلحا پیدا ہوئے۔ کوئی شک نہیں کہ وہ اشخاص خود اپنی جگہ بہت بُرے تھے مگر نظامِ عالم کی مصلحت کو دیکھتے ہوئے اُس پورے سلسلہ کو دیکھنا پڑے گا جس کے اجزاء وجود میں وہ قرار پاتے ہیں اور اُس کو دیکھتے ہوئے یہ شر قرار نہ پا سکیں گے۔

تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص اپنے لحاظ سے شر ہو لیکن شر ہوتے ہوئے بھی وہ نظامِ عالم کی تکمیل کا جزو بنے۔ مثلاً شیطان! کوئی شک نہیں کہ وہ اپنی ذات اور اپنے افعال کے لحاظ سے خراب ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ نظامِ عالم کا اصل حاصل خلائق کا اپنے امکانی حدود میں انتہائی ترقی کے نقطہ تک پہنچنا ہے اور سلسلۂ ارتقاء میں انسان آخری کڑی ہے اور اس کا نقطۂ ارتقاء تک پہنچنا اپنے قوتِ اختیار کے بہترین استعمال پر ہے۔ اور قوتِ اختیار کی آزمائش اور اُس کی جلا ہمیشہ تصادم اور تضاد پر موقوف ہے اگر متصادم طاقتیں نہیں ہوتیں تو طاقت میں جمود اور تعطل پیدا ہو جاتا ہے اور کم از کم اُس کے جوہر کھلتے نہیں۔

اور اس بناء پر انسانیت کے تصادم کے لیے شیطنت کی ضرورت ہے۔ اسی شیطانیت سے مقابلہ کر کے انسانیت معراجِ کمال پر پہونچتی ہے اور اس لیے شیطان اپنی جگہ پر بہت بُرا ہے مگر نظامِ عالم میں اس کے وجود کی ضرورت تھی

تاکہ انسانیت معراج کمال پر پہونچ سکے۔ اور اسی طرح سمجھ لیجیے اس کو کہ فرعون بہت برا تھا مگر موسویت کی تجلّی کے لیے فرعون کی ضرورت۔ اور نمرود بہت برا مگر ابراہیمیت کی شعلہ افروزی کے لیے نمرود کی ضرورت۔ اور یزید بہت برا مگر حسینیت کے اظہار کے لیے یزید کی ضرورت تھی۔ ان میں سے ہر ایک ہستی اپنے مقام اور اپنے کردار کے لحاظ سے بہت بری۔ لیکن قدرت کو اُس کے پیدا کرنے کی ضرورت تھی تاکہ وہ اپنے اختیار سے برے افعال کا ارتکاب کرکے انسانیت کی خود اختیاری ترقی اور اُس کے معراج کامیابی پر پہونچنے کے نظام کی تکمیل کرے۔ مگر انسان ضعیف البنیان نظام کی ان گہری مصلحتوں کو کیا سمجھے، اس لیے وہ چاہتا ہے کہ ہر اپنی خواہش کو اور جسے وہ بہتر سمجھتا ہے اُس کی خدا سے تکمیل کرائے۔ یہ کیسے ممکن ہے اور ایسا ہو تو پھر خالق و مخلوق کے علم و حکمت میں فرق ہی کیا رہے؟ یہ وجہ بھی ہوتی ہے کہ دعائیں مسترد ہوجاتی ہیں اور نہیں قبول ہوتیں۔

ختم شد

فہرست امامیہ مشن بک ایجنسی لکھنؤ

[illegible]	نام کتاب	[illegible]	[illegible]	[illegible]	نام کتاب	[illegible]	[illegible]
۱	کاشانۂ تکمیل الاسلام	۲/	۴/	۱۸	تبرّے کی حقیقت	۳/	۱/
۲	کاروانِ حسینی کا [illegible]	۸/	۲/	۱۹	حنفی اور مذہب	۸/	۵/
۳	مجموعہ دینیات	۸/	۲/	۲۰	فتح مبین	۳/	۵/
۴	ذخیرۃ الاحکام	۴/	۴/	۲۱	الشیعہ	۳/	۱/
۵	صحیفۂ عملی	۸/	۴/	۲۲	ثبوت تقیہ	۸/	۲/
۶	رسالہ کتابہ حصہ دوم	۲/	۴/	۲۳	ذاکری کی پہلی کتاب	۳/	۱/
۷	۲ رسالہ الدعاۃ	۸/	۱/	۲۴	حصہ دوم	۳/	۱/
۸	امامی کلمات	۳/	۱/	۲۵	شادی خانہ آبادی	۲/	۵/
۹	ہمارے رسول	۲/	۱/	۲۶	گاؤکشی اور مسلمان	۲/	۵/
۱۰	ہماری خاتون جنت	۳/	۱/	۲۷	ہمارے نبی	۱/	۲/
۱۱	[illegible]	۵/	۱/	۲۸	ہدایت الاطفال	۱/	۲/
۱۲	مجالس و [illegible]	۲/	۲/	۲۹	[illegible] آصفیہ	۳/	۱/
۱۳	شہزادہ علی اصغر	۶/	۴/	۳۰	گل عصمت	۱/	۱/
۱۴	وسیلۂ اسلام	۳/	۲/	۳۱	تاریخ حسینی	۹/	۱/
۱۵	[illegible] اسلام کی حقیقت	۳/	۱/	۳۲	ذاکری کی دوسری کتاب حصہ اول	۸/	۲/
۱۶	نعتیہ	۲/	۲/	۳۳	قرآن اور حسین	۲/	۲/
۱۷	میزان محبت	۲/	۱/	۳۴	میلاد النبی	۱/	۲/

ملنے کا پتہ } سکریٹری امامیہ مشن رجسٹرڈ لکھنؤ